جدید ہند آریائی زبانیں اور اردو: ایک تجزیاتی جائزہ

ڈاکٹر سورج دیو سنگھ

صدر، شعبہ اردو، مگدھ مہیلا کالج

پٹنہ یونیورسٹی، پٹنہ

ہندوستان میں مختلف زبانیں بولی جاتی ہیں جو مختلف خاندانوں سے تعلق رکھتی ہیں اور جنہیں ہم چار بڑے خاندان میں منقسم کر سکتے ہیں۔(۱) ہند یوروپی خاندان (آریہ) (۲) ڈراویڈین خاندان (ڈروید) (۳) آسٹریک خاندان (نشاد) اور (۴) سائنوتبیتن خاندان (کیرت) وغیرہ۔

زبانوں کے عالمی خاندان میں ہند یوروپی خاندان السنہ سب سے بڑی خاندان ہے جو اپنی گوں ناگوں خصوصیات کی بنا پر بے حد اہم اور ممتاز مانا جاتا ہے۔ یہ نہایت وسیع، ہمہ گیر اور قدیم خاندان السنہ ہے جس کی سینکڑوں شاخین اور بے شمار ذیلی کنبے دنیا کے بہت بڑے خطّے میں پھیلے ہوئے ہیں۔ دنیا کی ترقی یافتہ جدید زبانوں مثلاً انگریزی، روسی، جرمن، فارسی، ہندی، اردو اور پنجابی وغیرہ کا تعلق اسی خاندان سے ہے۔ واضح رہے کہ اس خاندان کی جتنی بھی شاخیں ہیں ہر شاخ ایک وسیع حلقہ اثر رکھتی ہے۔ ادبی نقطہ نظر سے بھی اس خاندان کو بہت اہمیت حاصل ہے۔ کیونکہ قدیم و جدید ادب کا اعلیٰ اور قیمتی مواد اس کی مختلف زبانوں میں ملتا ہے۔ ویسے تو اس خاندان السنہ کی کئی شاخیں ہیں لیکن ان سبھوں میں ہند ایرانی لسانی کنبہ کو بے حد اہمیت حاصل ہے۔ کیونکہ دنیا کی آبادی کا ایک بہت بڑا حصّہ ہند ایرانی کنبہ کی مختلف شاخوں کی زبانیں بولتا ہے۔ لہٰذا ہند ایرانی لسانی کنبہ کو ہند یوروپی خاندان السنہ کی حقیقی وارث اور سچّا جانشین کہا جائے تو غلط نہ ہوگا۔ اس کی مختلف زبانوں میں ادب کا بہترین سرمایہ موجود ہے۔ بطور خاص فارسی اور سنسکرت میں اعلیٰ ادب پایا جاتا ہے۔ ہند یوروپی خاندان کی طرح ہند ایرانی لسانی کنبہ بھی کئی شاخوں میں بٹا ہوا ہے جن میں ایرانی شاخ، پشاچہ شاخ اور ہند آریائی شاخ بنیادی حیثیت رکھتے ہیں۔ بطورِ خاص ان تینوں میں ہند آریائی کو بہت زیادہ اہمیت حاصل ہے۔

ہندآریائی دراصل ہندیوروپی کی ہندوستانی شاخ اور ہندایرانی کی حقیقی وارث اور جانشین ہے۔اس کی دو ہمزاد شاخیں ایرانی اور پشاچہ ہیں۔ ہندآریائی دراصل وسطیٰ ایشیا کے مہاجر آریہ قبائل کی زبانوں پر مشتمل لسانی کنبہ ہے۔حالانکہ آریوں کی زبان کو خالص ہندآریائی کہنا مناسب نہیں ہوگا، کیونکہ آریہ جب وسطیٰ ایشیا سے ہندیوروپی بولتے ہوئے آگے بڑھے اور لمبے عرصے تک ایران اور افغانستان میں قیام کر چکے تھے۔اس لیے آریوں کے ہندیوروپی زبان میں تغیر اور تبدیلی ہوئی اور اور آگے چل کر ان کی زبان ہندایرانی کہلائی۔ اس کے بعد آریہ ہندایرانی بولتے ہوئے شمال مغربی سرحدوں سے ہندوستان میں داخل ہوئے۔ واضح رہے کہ ان کے ہندوستان میں داخل ہونے سے قبل یہاں آسٹرک اور دراوڑی خاندان کی زبان بولنے والے رہ چکے تھے۔ظاہر ہے جب آریہ ہندوستان آئے ہوں گے تو آسٹرک اور دراوڑی خاندان کی زبان بولنے والے مقامی باشندوں اور آریوں کے درمیان زبان کا ٹکراؤ ضرور ہوا ہوگا۔ یقیناً دونوں کی زبانیں آپس میں خلط ملط ہوئیں ہوں گی اور اس طرح ایک نئی زبان ابھر کر سامنے آئی جسے ہم ہندآریائی کے نام سے جانتے ہیں۔ چونکہ آریہ ہندوستان میں ایک ہی بار نہیں آگئے بلکہ ان کا قبائلوں کی شکل میں آنا مسلسل ہوتا رہا۔ایک قبیلہ آیا پھر اس کے سو سال بعد دوسرا قبیلہ آیا اور ایک دوسرے کو بے دخل کر کے ان کی جگہوں پر قابض ہوتے چلے گیے۔اس لیے جو نئے آنے والے آریہ قبائل تھے اور جو پہلے سے رہ رہے تھے دونوں کی زبانوں میں فرق ہونے لگا۔رفتہ رفتہ آریہ پورے ہندوستان میں پھیلتے چلے گیے اور پہلے سے رہ رہے مقامی باشندوں کو دھکیل کر جنوب کے علاقے میں پہنچا دیے اور خود ان کی جگہہ پر قابض ہوتے چلے گیے اور اس طرح پورے ہندوستان میں ان کی زبان پھیلنے لگی۔اس طرح ملا جلا کر تمام آریوں کی زبان تھوڑی بہت فرق کے ساتھ ہندوستان کے ہر علاقے میں رائج ہوگئی۔

ہندوستان کی ہندآریائی زبانوں کے ارتقا کی تین منزلیں ہیں جسے ماہرین لسانیات نے مطالعہ میں آسانی کی غرض سے تین ادوار میں تقسیم کیا ہے۔

(۱)	عہد قدیم کی ہندآریائی	۱۵۰۰ق م تا	۵۰۰ ق م تک
(۲)	عہد وسطیٰ کی ہندآریائی	۵۰۱ق م تا	۱۰۰۰ء تک
(۳)	عہد جدید کی ہندآریائی	۱۰۰۱ء تا	تا حال

ہندآریائی زبانوں کا عہد قدیم ۱۵۰۰ق م سے ۵۰۰ ق م تک تقریباً ایک ہزار سال تک مانا جاتا ہے۔اس عہد کو ویدک کال کا نام بھی دیا جاتا ہے۔ ویدک زبان ہندآریائی کی قدیم نمائندہ اور معیاری حیثیت کی حامل ہے۔ اس کی خصوصیت یہ ہے کہ عوام وخواص دونوں طبقوں میں یکساں طور پر مقبول تھی۔ اس میں ادب کا اعلیٰ اور بلند پایہ سرمایہ ملتا ہے۔ساتھ ہی عام بول چال میں بھی اس کا استعمال رہا۔عہد قدیم میں ویدک زبان تمام آریائی قبائل میں تھوڑے بہت صوتی اختلافات کے ساتھ ہر جگہ رائج تھی۔ آریوں کے ہندوستان میں پھیلاؤ کے ساتھ ساتھ اس میں صوتی تغیرات جگہ پانے لگی تھی۔ اس کی تحفظ کے لیے مذہبی اور دانشور طبقہ نے بہت کوشش کی لیکن ہندوستان کے وسیع ترین علاقوں میں ایک انداز سے ویدک زبانوں کی نگرانی ممکن نہ تھی۔ اس لیے مختلف حصّوں میں اس کی شکل وصورت میں بدلاؤ آنے لگا۔ تاہم مذہب اور سماجی علوم کو خالص ویدک زبان میں محفوظ کرنے کی سعی کی گئی جس کی زندہ ثبوت رگ وید اور دیگر تین ویدوں کی شکل میں ہمارے سامنے موجود ہے۔ اس کے بعد اسی دور میں سنسکرت زبان ابھر کر سامنے آئی۔ قدیم ہندآریائی دور کی آخری صدیوں میں آریاؤں کو ہندوستان میں بے پناہ عروج ہوا۔ان کا اقتدار سندھ سے بنگال تک قائم ہو چکا تھا۔ ویدک زبان کی ادبی حیثیت اور معیار کی برقراری کے لیے لگاتار کوشش اور اقدامات نے آہستہ آہستہ اس زبان کو خواص کے طبقہ کی حد تک محصور کرنا شروع کر دیا۔ دوسری طرف عوامی بول چال کی زبانیں بھی الگ اعتبار پانے لگی۔ اسی زمانے میں زبان کو نئے سرے سے منظّم کرنے کی کوشش کی گئی۔صوبائی اور مقامی تعصّبات سے الگ ہٹ کر صرف اسی الفاظ کو ٹکسالی مانا گیا جو سب جگہہ رائج ہوں۔ اس طرح زبان صوبائی ہونے کے بجائے ملکی رخ اختیار کرنے لگی۔ سب لوگ ادب میں ایک خاص قسم کی ٹکسالی زبان کا استعمال کرنے لگے اور یہ زبان بن سنور کر سنسکرت کہلائی۔مگر رفتہ رفتہ سنسکرت کا رواج بھی کم ہونے لگا۔ کیونکہ اس نے مذہب اور ادب کو اپنے آغوش میں جگہہ دینے لگی۔ اس لیے عوام سے اس کا رشتہ ٹوٹنے لگا۔ اس لیے ویدک عہد کی دوسری شاخ پراکرت کا روپ دھر کر سارے ملک میں عوامی بول چال والی زبان کی حیثیت سے مقبولیت پانے لگی۔عوام نے پراکرت کو سرآنکھوں پر بٹھایا۔اسی دوران بدھ مت کا آغاز ہوا۔اس نئے مذہب نے اپنے تعلیمات کے اشاعت کے لیے عوامی زبان یعنی پراکرت کو ترجیح دی جس نے پراکرت کی کایا پلٹ کر رکھ دیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے اس کی اہمیت میں بے پناہ اضافہ ہوا اور دھیرے دھیرے ترقی

کے زینے طئے کرنے لگی۔ پورے آریائی علاقوں میں پراکرتوں کو عروج ہوا۔جن میں پالی زبان کی ترقی قابل رشک تھی۔ کیونکہ بدھ مت کے بانی گوتم بدھ کا اسی پراکرت کے علاقے سے تعلق تھا۔اس طرح اس عہد میں تین طرح کی زبانیں دیکھنے کو ملتے ہیں۔اس کے بعد کا دور عہد وسطیٰ کا دور آتا ہے۔

ہندآریائی کی عہد وسطیٰ میں بھی زبان کے ارتقا کی دونمایاں روپ ابھر کر سامنے آتے ہیں۔ایک طرف تو عوام کی بولیاں بدھ اور جین متوں کا سہارا لے کر تیزی کے ساتھ ادبی پراکرتوں کی شکلیں اختیار کر رہی تھیں وہیں دوسری طرف سنسکرت جو بااعتبار صوتیات اور صوریات ابھی تک آریائی زبانوں سے رشتہ جوڑے ہوئے تھی اور جس کی نحو اور فرہنگ سے روح عصر بھی جھلکتی تھی وہ علمی اور ادبی طبقوں میں دھاک جما رہی تھی۔قدیم پراکرتیں عوامی مقبولیت حاصل کرتی گئی اور نئے مذہبی نظریات کی حمایت سے یہ پراکرتیں الگ الگ انداز سے ترقی پاتی گئی اور اس طرح اس کا دامن توسیع تر ہوتا چلا گیا۔اس کا لازمی نتیجہ یہ نکلا کہ وہ اپنے اصل ماٰخز و مرکز سے آہستہ آہستہ دور ہونے لگیں۔حالات وضروریات نے اس کو اتنا پھیلا دیا کہ یہ پراکرتیں خود اپنے سانچے تبدیل کرنے لگیں اور ان کی کوکھ سے جدید پراکرتوں کا جنم ہونے لگا۔ ہندآریائی زبانوں کے عہد وسطیٰ کا یہ ایک عظیم لسانی واقعہ تھا۔قدیم پراکرت سے جدید پراکرت کی ابتدا نے لسانیاتی تاریخ میں ایک نئے موڑ کا سامان کیا۔عہد وسطیٰ کی ہندآریائی پراکرتوں کی پانچ شکلیں ابھر کر سامنے آتی ہیں مثلاً ماگدھی پراکرت، اردھ ماگدھی پراکرت، پشاچی پراکرت، مہاراشٹری پراکرت اور شورسینی پراکرت جو الگ الگ علاقے میں بولی جاتی تھی۔جس کا سرسری جائزہ درج ذیل ہیں۔

(۱) ماگدھی پراکرت:- عہد وسطیٰ کی پراکرتوں میں سب سے زیادہ اہمیت ماگدھی پراکرت کو حاصل ہے کیونکہ اس پراکرت میں اشوک کے خطبے ملتے ہیں۔ یہ مگدھ دیش کی پراکرت تھی۔ چونکہ یہ آریائی تمدن کے مراکز سے بہت دور تھی اس لیے ایک غیر مہذّب اور ناشائستہ زبان سمجھی جاتی تھی۔

(۲) اردھ ماگدھی پراکرت:- یہ بہار اور یوپی کے درمیانی علاقوں میں بولی جاتی تھی۔اس پراکرت کے قدیم ادب کو نئے مذاہیب کے پرچار کے لیے استعمال کیا جاتا تھا۔ کیونکہ بدھ اور جین مت کی تعلیمات اس میں ملتی ہے اور ان کی اکثر کتابیں اسی پراکرت میں لکھی گئی ہیں۔ اس پراکرت کی ساخت میں شورسینی پراکرت اور ماگدھی پراکرت کے نمایاں اثرات پائے جاتے ہیں۔

(۳)　پشاچی پراکرت:- جو پراکرت پنجاب اور کشمیر کے علاقے میں بولی جاتی تھی اسے پشاچی پراکرت کہتے ہیں۔ یہ اتنے دھندھلکے میں تھی کہ عوام میں یہ بھوت پریت کی زبان کے نام سے مشہور تھی۔عہد قدیم کے قواعد نویسوں نے اس کی اہمیت کو سمجھا ہے اور اسے پراکرت کے زمرے میں جگہ دیا ہے۔

(۴)　مہاراشٹری پراکرت:- یہ پراکرت اپنے ادبی معیار اور سرمائے کے لحاظ سے دیگر تمام پراکرتوں سے ممتاز حیثیت کی حامل مانی جاتی ہے۔بعض ماہرین نے اس کو ایک لسانی نمونہ مانا ہے۔عہد وسطیٰ کا زیادہ تر شعری سرمایہ جو ادب کی بنیادی شان کہلاتا ہے اسی میں پایا جاتا ہے۔اس میں موسیقی اور نغمگی نمایاں ہے۔اسی بنا پر بیرونی علماء نے اسے سب پر فوقیت دی ہے۔

(۵)　شورسینی پراکرت:- اس کا مرکز شورسین دیس (دوآبہ گنگ وجمن) یعنی متھرا اور پنجاب کے علاقوں میں رائج تھی۔اس پر سنسکرت کے گہرے اثرات دکھائی دیتے ہیں کیونکہ اعلیٰ سنسکرت بولنے والے اس کا استعمال کرتے تھے۔ سنسکرت کے ناٹکوں میں اس کی جھلکیاں دیکھنے کو ملتی ہے۔اس کا سنسکرت سے قریبی ربط ضبط تھا۔کیونکہ دوآبہ کے علاقے میں یہ سنسکرت کے پہلو بہ پہلو ترقی کرتی سنورتی نکھرتی دکھائی دیتی ہے۔شورسینی کی ادبی حیثیت کو تمام علماء مانتے ہیں۔۱ء سے پہلے ہی اس نے مسلّم ادبی زبان کی حیثیت اختیار کر لی تھی۔اس طرح عہد وسطیٰ میں پراکرتیں الگ الگ روپ اختیار کر لی تھی۔

جب جدید پراکرتوں میں بدھ اور جین مت کی تعلیمات اور گوتم بدھ کی خاص سرپرستی نے اس کے دائرہ کار کو وسیع کر دیا تو یہ پراکرتیں ملک کی سرحدوں کو پھلانگ کر بیرونی ملک میں اپنا اثر پیدا کرنے لگیں۔علم وادب اور مذہبی مواد کی موجودگی نے پراکرتوں کو اعلیٰ ترین ادبی وقار عطا کیا تو ان کا مزاج بدلنے لگا اور ان کا عام لوگوں کی بول چال سے رشتہ ٹوٹنے لگا اور عوام سے یہ دور ہونے لگی۔نتیجتاً عوام نے بول چال کے لیے نئے راستے تلاش کرنے شروع کر دیے۔ لہٰذا ان پراکرتوں کی بطن سے نئی بولیاں جنم لینے لگیں جو عام لوگوں کی روزمرّہ کی گفتگو اور ضروریات کی کما حقہ تکمیل کرنے کے لائق تھیں۔ جسے اس وقت کے اعلیٰ طبقہ اور دانشوروں نے اپ بھرنس کا نام دیا۔ یہ اپ بھرنسائیں ہر لحاظ سے عوامی مقبولیت حاصل کرتی گئی۔بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یہ چھٹی ساتویں صدی تک اتنی رواج پا چکی تھی کہ ان کے

تحریری طور پر استعمال کیے جانے کا ثبوت ملتا ہے۔اپ بھرنس پراکرت کی بگڑی ہوئی شکل تھی جسے بھرشٹ زبان کہی جاتی تھی جوعوام کی ضروریات کو پورا کرتی تھی۔اس کی سب سے بڑی خصوصیات یہ تھی کہ یہ سنسکرت زبان کے مقابلے میں ایک کے بدلے کئی متبادل الفاظ رکھتی تھی جو الگ الگ مقام پر استعمال ہوتی تھی۔ملک کے ہر حصے میں بڑھتے ہوئے اثر اور پھیلاؤ کو دیکھ کر اہلِ زبان علماء اور تعلیم یافتہ طبقات نے ان کی مطالعہ کی طرف سنجیدگی سے غور کیا۔عہد جدید کی ہند آریائی بولیوں کا سرچشمہ بلا شبہہ یہی اپ بھرنسائیں ہیں۔اپ بھرنس انھیں علاقے میں ترقی کی جہاں شورسینی پراکرت ترقی کی تھی۔اس طرح شورسینی پراکرت جوشورسینی اپ بھرنس کی منبع ہے اس کو بھی نظرانداز نہیں کیا جا سکتا ہے۔خاص کر جدید ترین ہند آریائی زبانیں جن میں ہندی اور اردو سرفہرست ہیں ان کا اصل سرچشمہ یہی شورسینی اپ بھرنس ہے۔اپ بھرنسوں کا تعلق جس علاقے سے تھی اسے اسی نام سے جانا جانے لگا۔ان سبھی میں شورسینی اپ بھرنس کا بہت زیادہ اہمیت حاصل ہے۔کیونکہ اسی سے جدید ہند آریائی کی بیشتر زبانیں نکلی ہیں۔شورسینی اپ بھرنس سے جوزبانیں نکلی ہیں انھیں ہم جدید ہند آریائی زبان کے نام سے جانتے ہیں۔جن میں ہندی، اردو، پنجابی، ہریانی، برج بھاشا، بنگالی، آسامی، اریہ، بھوجپوری، اودھی، مراٹھی، میتھلی، راجستھانی اور دیگر زبانیں بے حد اہم ہیں۔ان سب زبانوں کا ماخذ اپ بھرنس ہی ہے۔اس لیے سب زبانیں قریب قریب ایک ہی دور میں جو جدید دور کہلاتا ہے اس میں عالم وجود میں آئیں ہیں۔

شورسینی اب بھرنس کا علاقہ وہی ہے جوشورسینی پراکرت کا علاقہ تھا۔شورسینی اپ بھرنس البتہ اپنی ادبی ولسانی خصوصیات کی بنا پر اپنی تمام ہمزاد اپ بھرنساؤں میں بے حد اہم اور وقیع مانی جاتی ہے۔اس کی ادبی حیثیت کا اندازہ اس بات سے ہوسکتا ہے کہ نہ صرف پورے شمال میں اپنا اثر رکھتی تھی بلکہ ماگدھی اور اردھ ماگدھی علاقوں میں بھی اس کا ادبی زبان کی حیثیت سے چلن تھا۔شورسینی اپ بھرنس کے اثرات راجستھان اور سندھی پر بھی اس قدر واضح ہیں کہ ماہرین نے ان کو اسی کی ذیلی شاخیں کہتے ہیں۔

ہند آریائی زبانوں کی عہد بہ عہد تقسیم کے لحاظ سے اردو کا نسلی تعلق ترتیب وار ویدک زبان سے شورسینی اپ بھرنس سے مسلمہ طور پر مانا جاتا ہے اور مکانی تقسیم کے لحاظ سے اردو کا تعلق مغربی ہندی سے جو یقیناً شورسینی اپ بھرنس

کے عہد جدید میں تشکیل پانے والا وہ لسانی گھرانہ ہے جس کا اثر ونفوز مغرب میں سرہند سے لے کر مشرق میں الہ آباد اور شمال میں ہمالہ کے دامن سے لیکر جنوب میں بندیل کھنڈ تک قائم ہے۔ چونکہ مغربی ہندی کا ادبی معیار شورسینی اپ بھرنس جیسی خاص ادبی اور باوقار زبان سے اپنا رشتہ رکھتی ہے اس وجہ سے مغربی ہندی کا ادبی معیار اور لسانی وقار بے حد متاثر کن ہے۔ ہندوستان کے اہم مرکزی علاقوں کی نمائندہ ہونے کے ناطے اس کا اثر اپنے چاروں طرف رائج زبانوں پر پڑی۔ مغربی ہندی کا مرکز بھی چونکہ متھرا ہے جہاں قدیم مذہبی علمی ادبی سنسکرت کا پرانے زمانے ہی سے قبضہ رہا ہے۔ گریرسن نے مغربی ہندی کی پانچ شاخوں کا تذکرہ کیا ہے ان میں کھڑی بولی وہ اہم زبان ہے جسے تمام متاخرین عالموں نے ہندوستانی کا نام دیا ہے۔

جدید ہندآریائی زبانوں کا لسانی مماثلت قریب قریب سبھی میں پایا جاتا ہے۔ تھوڑے بہت فرق کے ساتھ لسانی مماثلت بھی جدید زبانوں کی اہم خصوصیات ہیں جسے نظرانداز نہیں کیا جا سکتا ہے۔ واحد سے جمع بنانے کا طریقہ خاص کر ہندی اور اردو میں ایک جیسا ہی ہے۔ اس کے علاوہ دیگر زبانوں میں بھی یہ خصوصیات پائی جاتی ہیں۔ اردو اور ہندی مختلف لسانی ماحول میں بولی اور سمجھی جاتی ہے۔ ان میں کشمیری، پنجابی، بنگالی، مراٹھی، سندھی، گجراتی، کنڑ اور تلگو کے علاقے قابل ذکر ہیں۔ اردو کی ساخت پر ان تمام زبانوں کے لسانی اثرات مرتب ہوئے ہیں۔ جدید زبانوں پر علاقائی، سماجی اور لسانی اثرات پڑے ہیں۔ ہر زبان میں کچھ نہ کچھ مماثلت دیکھنے کو ضرور ملتا ہے۔ یہ مماثلت خاص کر اردو میں بہت زیادہ دیکھنے کو ملتا ہے اس پر سبھی زبانوں کے اثرات دیکھنے کو ملتے ہیں۔

جدید ہندآریائی دور میں اپ بھرنس سے خصوصاً شورسینی اپ بھرنس سے بہت سی زبانیں عالم وجود میں آئیں۔ ان میں اردو بھی ایک اہم زبان ہے جو مغربی ہندی کی پانچوں بولیوں سے استعفادہ کر کے ایک اہم جدید ہندآریائی زبان کے روپ میں سامنے آئی ہے۔ جب جدید ہندآریائی کی دیگر زبانیں الگ الگ علاقے میں بولی جارہی تھیں تو اردو بھی دہلی کے دوآبہ گنگ وجمن کے علاقے میں ایک اہم زبان کی حیثیت سے ابھری۔ اس سرزمین پر مسلمانوں کا آنا جدید ہندآریائی زبانوں کے لیے ایک اہم واقعہ ثابت ہوا۔ کیونکہ مسلمانوں کے دور حکومت میں ہی تمام زبانیں اپنا رنگ روپ اور آہنگ ظاہر کرنا شروع کیں۔ مشہور ماہر لسانیات سنیتی کمار چٹرجی کا خیال ہے کہ مسلمان اگر اس سرزمین پر نہ بھی

آتے تو جدید زبانوں کو وجود میں آنے میں چند صدیوں کا وقت ضرور اور لگتا جو بہت حد تک صحیح معلوم ہوتا ہے۔ یہاں کی جدید زبانوں کے وجود میں آنے کے لیے جو ضروری چیزیں تھیں وہ مسلمان حکمرانوں کے آنے کے بعد یہاں کی مقامی بولیوں پر پڑنی شروع ہوئی۔ چونکہ مسلمانوں کی زبان اور رسم الخط الگ تھا جس کا اثر اردو کے پیدا ہونے میں کافی مددگار ثابت ہوئیں۔ اردو ایک رابطے کی زبان کی حیثیت سے مسلمانوں کے دور حکومت میں سارے ملک میں بولی اور سمجھی جاتی تھی۔

اردو ایک مخلوط زبان ہے جسے جدید ہند آریائی تمام زبانوں پر فوقیت و برتری حاصل ہے۔اس میں ہندوستان کے تمام زبانوں کے اثر کے علاوہ دیگر ممالک کی زبانوں کے اثرات بھی اس پر پڑے ہیں۔ ہندوستان میں عرب آئے جو عربی زبان لائے، ایرانی اپنے ساتھ فارسی زبان لائے، افغانی آئے، ترک آئے جو اپنے ساتھ ترکی زبان لائے۔ علاوہ ازیں انگریز اور پرتگال آئے جو اپنے ساتھ انگریزی اور پرتگالی زبانیں لائے۔ چونکہ ہندوستان میں آریوں کے آنے سے پہلے بھی کئی قبائل آچکے تھے مثلاً آسٹرک، دراوڑ، نگرائیڈ وغیرہ۔ان کے زبان الگ الگ تھے جو عربوں اور ایرانیوں کے زبان سے ٹکرائے۔ ہند آریائی کی دیگر زبانیں تھیں جس کے ساتھ عربی، فارسی، ترکی اور انگریزی کے ساتھ خلط ملط ہوئی اور اس طرح تمام لوگوں کے رابطے کی زبان کی شکل میں اردو ابھر کر سامنے آئی۔اس لیے یہ کہنا کہ اردو ایک مخلوط زبان ہے غلط نہ ہوگا۔اس کی مخلوطیت اس کی سب سے بڑی خوبی ہے جس کے سبب یہ آج دنیا کی ایک اہم زبان کی حیثیت سے پوری دنیا میں رائج ہے۔ پوری دنیا میں اس کے بولنے والے تھوڑے بہت ضرور مل جائیں گے۔خاص کر ہندوستان میں تو اس کے بولنے اور سمجھنے والے سب سے زیادہ ہیں۔اس کے علاوہ پاکستان اور بنگلہ دیش میں اس کے بولنے اور سمجھنے والے کافی تعداد میں ملتے ہیں۔ چونکہ اردو ایک مخلوط کلچر کی دین ہے اور سب سے پہلے یہ مخلوط کلچر پنجاب میں بنی۔ دہلی، ملتان اور لاہور کا علاقہ ایسا ہے جہاں مخلوط لوگ زیادہ جمع ہوئے اور وہاں کی مقامی زبانوں کے ساتھ ان کا اختلاط ہوا اور اردو وجود میں آئی۔اس لیے اس کے مآخذ کے سلسلے میں بھی یہی کہا جاسکتا ہے کہ اس کے مآخذ وہی ہیں جہاں جہاں یہ مخلوط کلچر بنی۔ بہت سے علما نے اردو کو کھڑی بولی سے پیدا ہونے کی بات کہی ہے۔ جبکہ جدید تحقیق سے یہ بات ثابت ہوچکی ہے کہ کھڑی بولی اردو کی ترقی یافتہ شکل ہے۔

واضح رہے کہ اردو کو دیگر جدید زبانوں پر فوقیت حاصل ہے۔اس کا سبب اس کی انفرادیت اور اس کی اپنی لسانی تاریخ ہے،قواعد اور ہئیت وتشکیل کے اپنے اصول ہیں۔اس کے علاوہ اردو کا اپنا رسم الخط ہے۔اردو نے عربی، فارسی، پستو کے علاوہ جدید ہند آریائی کی مختلف زبانوں اور دراوڑی زبانوں میں تلگو، کنّر اور انگریزی کی خصوصیات کو اپنے دامن میں سمیٹ لیا ہے۔اردو کی سب سے بڑی خاصیت یہ ہے کہ اس نے ہر زبان سے جو اسے اچھا لگا اسے اپنا لیا ہے۔اردو ایک زندہ زبان ہے اور زندہ زبان کی سب سے بڑی خوبی بھی یہی ہوتی ہے کہ وہ ہر زبان سے استعفادہ کرے۔تغیر زبان کی فطری عمل ہے اور اردو زبان میں یہ خوبی بھی دیکھنے کو ملتی ہے۔سبھی زبانوں سے اچھی چیزوں کو اپنا لینا اس کی سب سے بڑی خوبی وانفرادیت ہے جو اردو کے علاوہ اور دیگر کسی بھی زبان کو حاصل نہیں ہے۔اردو کی صوتی انفرادیت خاص کر قابل ذکر ہیں۔اس نے عربی اور فارسی سے ’ق، ز، ژ، خ، غ اور ف‘ کی آوازیں اپنائیں ہیں جو اردو کی بنیادی تلفظ کا اہم حصہ مانا جاتا ہے۔اس کے علاوہ معکوس مصمتے (خاموش، حرفِ علت) خالص دراوڑی خاندان سے اخذ کیا ہوا ہے۔اردو کی باقی تمام آوازیں ہا کاری مصمتے (خاموش، حرفِ علت) ’بھ، پھ، تھ، جھ، دھ، ڈھ، کھ اور گھ‘ وغیرہ ہند آریائی آوازیں ہیں۔اس طرح ہم کہہ سکتے ہیں کہ عربی، فارسی اور ہند آریائی زبانوں کی صوتیات (صوتی مطلب آواز سے متعلق اور صوتیات کا مطلب وہ علوم وفنون جو آواز سے تعلق رکھتے ہیں) سے اردو کا صوتی نظام عبارت ہے۔اس کے علاوہ اردو میں صرفی ونحوی (صرف: وہ علم جس سے کلموں کی شاخت اور ادل بدل معلوم ہو، صرفی: علم صرف جاننے والا شخص، نحو: وہ علم جس سے کلمات کو جوڑنا، توڑنا اور ان کا باہمی تعلق معلوم ہو۔نحوی: علمِ نحو کا ماہر) انفرادیت کی خصوصیت خاص طور سے دیکھنے کو ملتے ہیں۔ایک لفظ میں دوسرا لفظ جوڑ کر ایک نیا معنی پیدا کر دینا اس کی سب سے بڑی خوبی ہے۔یہ خوبی ہند آریائی زبانوں میں بھی ملتا ہے۔خاص کر اردو میں اس کا استعمال بہت زیادہ ہوتا ہے۔

واضح رہے کہ اردو ایک مخلوط زبان ہے جو مخلوط کلچر کی دین ہے۔اس پر دنیا کی ترقی یافتہ زبانوں کا اثر مرتب ہوا ہے۔اردو نے جہاں ہند آریائی زبانوں کے اثرات قبول کیے ہیں وہیں اس پر ہند ایرانی کا بھی اثر نمایاں طور پر پڑا ہے۔دونوں لسانی کنبہ کے اثرات اس پر مرتب ہوئے ہیں۔ہند ایرانی لسانی کنبہ کی اہم زبان فارسی کا اس پر سب سے زیادہ اثر دیکھنے کو ملتا ہے۔اردو نے جو رسم الخط اختیار کیا ہے وہ فارسی سے ہی لیا گیا ہے اور فارسی نے یہ رسم الخط عربی جو

کہ سامی خاندان کی زبان ہے سے لیا ہے۔اس طرح اردو کا تعلق ایک طرح سے سامی خاندان سے بھی ہو جاتا ہے۔ اس کے علاوہ عربی سے اردو نے 'ژ' کی آواز کو بذریعے فارسی سے لیا ہے۔تشبیہات واستعارات اور انداز بیان وغیرہ ایسی خوبی ہے جسے اردو نے ہندایرانی اور سامی خاندان سے لیا ہے۔ دوسری طرف وہ ہندآریائی زبان سنسکرت کی خاصیت اور اس کی آوازوں کو اپنایا ہے۔لسانی نقطہ نظر سے اردو نے ہندآریائی میں سنسکرت اور ہندایرانی میں فارسی سے بہت سی چیزیں مستعار لے کر اپنی سرمایہ کو کافی وسیع کیا ہے۔غرض کہ ہندایرانی کی دوشاخیں جو بہت پہلے جدا جدا ہوگئی تھی اسے اردو نے یہاں آ کر ملا دیا ہے۔ ہندآریائی کی دیگر زبانوں کو وہ خوبی نصیب نہیں ہے جو اردو کو ملی ہے۔اس طرح ہم دیکھتے ہیں کہ اردو کا دائرہ بہت وسیع ہے۔اسے ایک ڈائگرام کے سہارے بہتر ڈھنگ سے سمجھا جاسکتا ہے۔

سنسکرت

ویدک پالی کلاسک

شورسینی پراکرت

شورسینی اپ بھرنس

مغربی ہندی

برج بھاشا، ہریانی، بندیلی، کھڑی بولی، قنوجی

اردو

اس طرح اوپر پیش کردہ مباحث کی روشنی میں یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اردو ایک جدید ہندآریائی زبان ہے جو دیگر زبانوں کے ساتھ ساتھ دہلی اور نواح دہلی کے علاقے میں پیدا ہوئی اور پروان چڑھی۔اس پر جدید ہندآریائی زبانوں کے اثرات خاص طور پر مرتب ہوئے اور اردو ایک مخلوط زبان کی حیثیت سے ابھر کر وجود میں آئی ہے۔اس بحث سے یہ بھی ثابت ہو گیا ہے کہ اس کی جڑ نہ پنجابی ہے نہ ہریانی، نہ برج بھاشا ہے نہ کوئی اور دیگر زبانیں۔ بلکہ اس کی اصل جڑ تو شورسینی اپ بھرنس ہے جہاں سے تمام جدید ہندآریائی زبانیں نکلی ہیں۔ ہاں اتنا کہا جاسکتا ہے کہ مذکورہ بالا تمام زبانوں کے اثرات اس پر ضرور مرتب ہوئے ہیں۔ کچھ عالموں کا کہنا ہے کہ اردو کھڑی بولی سے نکلی ہے مگر بحث کے

دوران یہ بات ثابت ہو چکا ہے کہ کھڑی بولی اردو کا ماٰخذ نہیں ہے بلکہ اس کی ترقی یافتہ شکل ہے۔ جسے موجودہ دور کے تمام علما اور محققین مانتے ہیں۔ اگر ایسا نہیں کرتے ہیں تو یہی کہا جا سکتا ہے کہ وہ اردو زبان کے ساتھ ناانصافی کر رہے ہیں۔ تاریخی، لسانی اور سماجی محرکات کی روشنی میں حقیقت بالکل واضح ہے۔ اردو ایک جدید ہند آریائی زبان ہے جس کی مخلوطیت سب سے بڑی خوبی ہے وہ دن دور نہیں جب اردو پورے آب و تاب کے ساتھ ہر ایک کی زبان پر چڑھ کر اپنا لوہا منوائے۔

ڈاکٹر سورج دیو سنگھ

صدر، شعبہ اردو، مگدھ مہیلا کالج

پٹنہ یونیورسٹی، پٹنہ

کتابیات

(۱) ڈاکٹر گوپی چند نارنگ، اردو زبان ولسانیات، ۲۰۰۶ء، رام پور رضا لائبریری، اتر پردیش۔

(۲) ڈاکٹر مرزا خلیل احمد بیگ، اردو کی لسانی تشکیل، ۲۰۰۰ء، ایجوکیشنل بک ہاؤس، علی گڑھ۔

(۳) ڈاکٹر سنیتی کمار چٹرجی، ہند آریائی اور ہندی، ۱۹۸۳ء، ترقی اردو بیورو، نئی دہلی۔

(۴) ڈاکٹر مسعود حسین خاں، اردو زبان اور ادب، ۱۹۸۳ء، ایجوکیشنل بک ہاؤس، علی گڑھ۔

(۵) ڈاکٹر مسعود حسین خاں، اردو زبان کی ابتدا اور ارتقا کا مسئلہ،

(۶) ڈاکٹر محی الدین قادری زور، ہندوستانی لسانیات، ۲۰۰۳ء، ایجوکیشنل بک ہاؤس، علی گڑھ۔

(۷) ڈاکٹر حمیرا جلیلی، قطب مشتری از اسداللہ وجہی، ۲۰۰۰ء، ترقی اردو بیورو، نئی دہلی۔

(۸) اردو ساخت کی بنیادی عناصر از پروفیسر نصیر احمد خاں

(۹) ڈاکٹر گیان چند، لسانی مطالعے، ۱۹۹۱ء، ترقی اردو بیورو، نئی دہلی۔

(۱۰) ڈاکٹر گیان چند جین، ایک باشا: دو لکھاوٹ، دو ادب، ۲۰۰۵ء، ایجوکیشنل پبلسنگ ہاؤس، نئی دہلی۔